سوز وسازِ جامی بحضور جمیل الشیم ﷺ

محمد فیروز الدین شاہ کھگہ *

اہلِ دل سراپائے حسن مصطفوی ﷺ کے دیپ جلاتے چلے آرہے ہیں، نظم ہو یا نثر، محبتوں کے خمیر میں گندھا ایک وقیع سرمایہ علم وادب شمائلِ نبوی ﷺ کے عنوان سے ہر لحظہ روبہ ترقی ہے، اہلِ عرب ہوں یا عجم سب نے اپنی وارفتگی کا اظہار کیا ہے، لیکن بالآخر اپنی عجز و درماندگی کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکے، مرقعِ حسنِ ازل ﷺ کے اوصاف کا بیان ہو تو کیا سعدی کی شوخی، کیا جامی کا سوز، کیا غزالی کا ذوق و وجدان اور کیا خسرو کا دردِ عشق، کیا رومی کی ژرف نگاہی، اور کیا اقبال کی ادائے دلبرانہ کہ مدح پیغمبر ﷺ کا حق ادا کردینے کا دعوی کرسکیں۔ قلم اپنی زمزمہ سنجی کا جتنا دم بھرلے، خیال وشعور جتنا بھی عشق وحرارت کی داستان سوچ لے، اس حسنِ مجسم ﷺ کے سراپا زیبائی کی ایک کل کا بیان پیش نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے زبان دان اور قادر الکلام ادباء وشعراء یا تو "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کہہ کر خلاصی کا سامان کرتے ہیں یا یہ کہہ کر اپنی واماندگی کا اظہار کرتے ہیں کہ " دفتر تمام گشت وبہ پایاں رسید عمر۔ ماہمچناں دراولِ وصف تو ماندہ ایم"۔ مولانا عبدالرحمان جامی بھی اپنے عاجزانہ پیرایہ اظہار بحضور شافع امتاں ﷺ کو اس طرح ختم کرکے تسکین کا سامان کرتے ہیں کہ:

حدّ ثنایش بجز خدا کہ شناسد　　　من کہ و اندیشہ ی ثنای محمّد(۱)

حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی تعریف کی حد خدا تعالی ہی پہچانتے ہیں، مجھ بے بضاعت کا ناقص فہم وخیال بھلا اوصافِ محمد ﷺ کا ادراک کیسے کرسکتا ہے۔

احوال جامی:

خاتم الشعراء نورالدین، عبدالرحمان جامی، نویں صدی ہجری کے معروف عالم، عارف، نحوی (۲)، مصنف اور سلسلہ نقشبندیہ کے صوفی ۸۱۷ھ/ ۱٤۱٤ء میں خراسان کی ولایت جام کے ایک قصبہ خرجرد میں پیدا ہوئے۔ (۳)

ابتدائی عمر میں ساتھ ہرات اور سمرقند گئے جو اس زمانے میں اسلامی علوم اور فارسی فنون وآداب کا مرکز تھے، اپنے والد گرامی سے صرف ونحو سیکھی اور مہارت تامہ حاصل کی، بعض حضرات دیگر اساتذہ کا نام بھی لیتے ہیں، لیکن تاریخی بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے والد سے خوب کسب فیض کیا، چنانچہ رشحات عین الحیات میں منقول ہے:

> روزی سخن از استادان و معلمان وی بہ میان آمدہ بود واو می گفت: «مابہ حقیقت، شاگرد پدر خودیم کہ زبان از وی آموختیم.» بنابراین چنین معلوم شدہ است کہ وی، صرف و نحو را پیش والد خود گذرانیدہ بودہ است۔ (۴)

تعلیم اور شعر وادب کے علاوہ آپ روحانی تربیت اور سلوک وعرفان میں بھی اہم اور بلند مقام رکھتے ہیں، نقشبندی سلسلہ کے معروف بزرگ سعد الدین محمد کاشغری (م ۸٦۰ھ/ ۱۴۵٦ء) خواجہ محمد پارسا (۸۲۲ھ/ ۱۴۱۹ء) اور مولانا شمس الدین محمد اسد (م ۸٦۴ھ/ ۱۴٦۰ء) کے حلقۂ طریقت سے وابستہ ہوئے، لیکن جس شخصیت سے آپ بہت

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا، پاکستان۔

متاثر ہوئے اور ان سے گہرا روحانی تعلق قائم ہوا، وہ معروف نقشبندی بزرگ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار (م۸۹۵ھ) کی شخصیت تھی۔ حضرت جامی کا شمار حضرت خواجہ احرار کے اجلہ خلفا میں ہوتا تھا۔

اواخرِ حیات میں متعدد سفر کیے، جن میں سفرِ حجاز بھی شامل ہے، آپ کا انتقال ہرات (موجودہ افغانستان) میں ہوا۔ وقت کے حکمران سلطان ابو سعید گرگانی (۸۶۱-۸۷۳ھ)، سلطان حسین مرزا (۸۷۳-۹۱۱ھ)، میر علی شیر نوائی (۱۴۴۱ء-۱۵۰۱ء)، سلطان محمد فاتح (۱۴۵۱ء-۱۴۸۱ء) اور سلطان بایزید دوم (۱۴۸۱-۱۵۱۲) وغیرہ مولانا جامی کی بڑی عزت کرتے تھے۔ لیکن آپ کی طبیعت میں گوشہ نشینی غالب تھی، درویش منش تھے۔

علمی وادبی آثار و تالیفات:

نظم و نثر میں آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد تقریبا ۴۹ ہے۔ فارسی نظم میں سات مثنویاں ہفت اورنگ سلسلۃ الذہب، سلامان وابسال، تحفۃ الاحرار، سبحۃ الابرار، یوسف زلیخا، لیلیٰ مجنوں، خرد نامۂ سکندری اور غزلوں کے تین مجموعے آپ کی یادگار ہیں۔ نثر میں گیارہ کتابیں تصنیف کیں۔ (۵)

جہاں نظم کی صورت میں جامیؒ نے عقیدت کے پھول بحضور وجہِ سرور ﷺ نچھاور کئے ہیں، وہاں نثر میں بھی اپنی تصنیف شواهد النبوۃ میں روایات، حکایات اور شواہد کو تحقیق و عشق میں ڈوب کر ہدیہ محبت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، شواہد النبوۃ کے مطالعہ سے سیرت طیبہ کے خدوخال بھی اجاگر ہوتے ہیں ساتھ ہی حرارت و محبت کی وسیع ودلکش وادی میں عالمِ تحیر میں جستجوئے محبوب میں شیفتگی کا لطف روح فزا بھی نصیب ہوتا ہے۔

فارسی نعت گو شعراء میں جامی کا مقام و مرتبہ:

مولانا ابوالحسن علی ندوی (م۱۹۹۹ء) نے تخیل کے اوج کمال پر قدم رکھتے ہوئے ادب اور محبتِ مصطفوی ﷺ کے جذبات سے معمور شعراء کی درِ اقدس پر عقیدت کے پھول نچھاور کرنے کی تمثیلی روداد بیان کی ہے، آپ نے نادر و بے نظیر اسلوب متعارف کراتے ہوئے ایک طرح سے "تمثیلی مشاعرہ بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے پیش کیا ہے، اس ادبی رنگ کو جس پر کیف جذبے سے سرشار ہو کر انھوں نے ترتیب و تشکیل دیا ہے اس کی مثال ادب پاروں میں عنقا ہے۔ دربارِ رسالت ﷺ میں تخیلاتی اور تمثیلی مشاعرہ میں وہ مولانا جامی کو نعت گویانِ عالم کی باتوقیر مجلس کی صدارت کا اعزاز بخشتے ہیں۔ چنانچہ رقمطراز ہیں کہ "ہماری بزم کے اس تمثیلی مشاعرہ کا آغاز ہوا جس کے لیے میزبان نے پہلے سے خاصی تیاری کر رکھی تھی، انھوں نے متعدد ادباء و شعراء اور تعلیم یافتہ و شائستہ نوجوان کو ایران اور ہندوستان کے مشہور فارسی شعراء کا کلام یاد کرایا اور انھوں نے بہت اچھی طرح اس کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھا اور بہت دل آویز اور اچھے انداز میں اس کی ایسی باوقار تمثیل اور کامیاب تصویر کشی کی جس مین حسنِ ذوق اور حسنِ ادب دونوں چیزوں کی جلوہ فرمائی نظر آ رہی تھی۔ سب سے پہلے اس بزم کو شیخ سعدی نے رونق بخشی اور حاضرین کے سامنے تشریف لائے ان کی نگاہِ انتخاب جن اشعار پر ٹھہری، وہ تھے:

یتیمے کہ نا کردہ قرآں درست کتب خانۂ ہفت ملت بشست

یعنی ایک ایسے یتیم بچہ نے جو صحیح طریقہ پر لکھنا پڑھنا بھی نہ جانتا تھا ہفت اقلیم کے سارے کتب خانوں پر پانی پھیر دیا اور خطِ نسخ کھینچ دیا۔ انھوں نے اپنے اس شعر میں اس انقلاب عظیم کی پوری تصویر کھینچ کر رکھ دی جس نے مذاہب وادیان، اخلاق و اجتماع، علوم و آداب اور تہذیب و تمدن کے میدان میں دنیا کے قدیم و جدید انقلابات کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ (۶) اس کے بعد شیخ فرید الدین عطار (۷) کی باری آئی، ان کے بعد امیر خسرو رونق افروزِ محفل ہوئے۔ (۸) ان کے بعد

مولانا جامی (م ۸۹۸ھ) تشریف لائے، نعت گویانِ عالم کی باتوقیر مجلس کی صدارت انھیں کو زیب دیتی تھی۔ (۹) آپ کی فصاحت و بلاغت نے سب کے دلوں کو تسخیر کیا ہے۔

اے عربی نسبت و امی لقب   بندۂ تو ہم عجم و ہم عرب
تیغ عرب زن کہ فصاحت تُراست   صید عجم کن کہ ملاحت تُراست
چوں ز تو خوانند و نویسند ہم   گر تو نخوانی نہ نویسی چہ غم

ان بلیغ اشعار نے حاضرین کے دل پر خاص اثر کیا۔ (۱۰) آپ کے اشعار میں حب نبوی ﷺ کے جو پہلو خصوصیت سے بیان ہوئے ہیں، ان کا تذکرہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے:

ا۔ شعرِ جامی میں حب پیامبر ﷺ کے آثار:

فارسی ادب کی تاریخ میں، شاعروں کی یہ روایت رہی ہے کہ وہ بالعموم نظم کی ابتداء اللہ سبحانہ وتعالی کی تعظیم وتوصیف اور حمد تعریف کے بعد ختم الرسل، نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور مدح کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس ادبی روایت کو فارسی نظم اور نثر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے. مولانا جامی، جو ایک تربیت یافتہ شاعر تھے، نہ صرف ماضی کی اس اعلی روایت کو برقرار رکھا ہے بلکہ وہ خصوصیت کے ساتھ اپنی تالیفات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وتوصیف سے اپنے کلام کو مزین کرتے ہیں، ان اشعار میں آنجناب علیہ الصلوۃ والسلام کے کردار، اوصاف اور خصائص کو پیش کرتے ہیں۔ مولانا جامی کی شاعری میں آنجناب علیہ السلام کے چند اہم اوصاف کا ذکر پیش کیا جاتا ہے:

۲۔ مقامِ نورِ محمدی ﷺ:

روح مصطفوی ﷺ پہلی مخلوق ہے جس کو تخلیق کیا گیا۔ اس نقطہ کو مولانا جامی نے اپنی نظموں کے آغاز میں اشارۃ بیان کیا ہے، مقصودِ کونین اور تختِ کونین کے صدر نشین قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ای صدر نشین تخت کونین   تخم وثمر درخت کونین (۱۱)

اے تخت کونین کے صدر نشین! آپ ہی کونین کے درخت کے بیج اور پھل ہیں۔

تو در یتیمے و ترا جائے   برترزہمہ چو درۃ التاج (۱۲)

یعنی آپ در یتیم ہو کر بھی درجہ تاج کے موتی جیسا رکھتے ہیں، گویا آپ ﷺ کائنات کے تاج کے تابندہ لعل وجوہر ہیں۔

جامی اپنا موقف بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے نبی ﷺ کی نورِ مطلق سے تخلیق کی، اس نور اور روشن روشنی سے صدہا روشنیاں پیدا ہوئیں، اصل میں جناب نبی کریم ﷺ کی روشنی پہلی مخلوق تھی، جو غیب کے نہاں خانہ میں وجود میں آئی۔ فرماتے ہیں:

جز پی آن شمع ہدایت پناہ   ماہ نشد قبہ این بارگاہ
تا نہ فروغ از رخش اندوختند   مشعلہ مہر نیفروختند (۱۳)

۳۔ کائنات کی آفرینش کا ہدف اصلی:

مولانا جامی کی شاعری میں وجود حضرت رسول کریم ﷺ کو کائنات کے وجود کا سبب اصلی قرار دیا ہے، گویا اللہ تعالی نے اس دنیا کا آنجناب علیہ السلام کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس مضمون کے پس منظر میں ایک معروف حدیث قدسی

«لولاک لما خلقت الافلاک» کو پیش کیا جاسکتا ہے، اس مضمون سے متعلق چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

سلام علیک ای ز آغاز فطرت طفیل وجود تو ایجاد عالم (۱۴)

رفعت ازو منبر افلاک را رونق ازو خطبہ لولاک را

جز پی آن شاہ رسالت مآب چرخ نزد خیمۂ زرین طناب (۱۵)

۴۔امتِ محمدیہ، صحابہ واہلِ بیت کی محبت:

آنجناب علیہ السلام سے محبت کا ایک اہم ستون صحابہ واہلبیت کی محبت بھی ہے، اسی نسبت سے مولانا عبدالرحمان جامی اس عقیدہ کے حامل تھے کہ امت پیامبر ﷺ تمام دیگر امتوں میں فضیلت اور کرامت کے اعتبار سے برتر ہے:

امت احمد از میان امم باشد از جملہ افضل و اکرم

اولیای کرامت اویند پیر و شرع و سنّت اویند

رہبر ان رہ ہُدی باشند بہتر از غیر انبیا باشند

خاصہ آل پیمبر و اصحاب کز ہمہ بہترند در ہر باب (۱۶)

مولانا جامی پوری ارادت و مودت کے ساتھ مدح اہل بیت کے نہ صرف قائل بلکہ نسبتِ اہل بیت کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھتے تھے، دل کی گہرائی سے معتقد تھے کہ جو کوئی بھی حضرات اہل بیت کی محبت میں رطب اللسان ہوتا ہے وہ دراصل اپنی مدحت کا سامان کرتا ہے:

مادح اہل بیت در معنی مدحت خویشتن کند معنی (۱۷)

مولانا جامی کی زندگی میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ آپ پر اہلِ بیت کی محبت و مودت میں بکثرت اشعار پیش کرنے کی بنیاد پر رافضی ہونے کا الزام لگا دیا گیا، لیکن آپ نے اس کا وہی جواب دیا جو ایسے ہی موقع پر امام شافعی (م ۲۰۴ھ) نے دیا تھا:

لو کان رفضا حُبّ آل محمد فلیشهد الثقلان انی رافضی (۱۸)

مولانا جامی نے یہی پیرایہ اختیار کیا اور اسی ضمن میں امام شافعی کے عربی اشعار کا فارسی میں منظوم ترجمہ بھی کیا، فرماتے ہیں:

این نہ رفضست محض ایمانست رسم معروف اہل عرفانست

رفض اگر ہست حبّ آل نبی رفض، فرض است بر ذکی و غبی (۱۹)

کہ یہ رفض نہیں بلکہ اہلِ معرفت کی نشانی ہے کہ وہ اہلِ بیتِ رسول ﷺ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں، پھر بھی اگر اسی کا نام رافضیت ہے، تو ایسا رفض ہر ایک پر لازم ہے۔

۵۔سوزِ جامی۔ عشقِ نبوی ﷺ کا نایاب استعارہ:

چھ سو سال گذر گئے، لیکن عشق کی حرارت سے فروزاں، شمعِ جامی پیہم ضو فشاں ہے، مشرقی دنیا میں نویں صدی ہجری کے اس ادیب و عالم اور نابغۂ سخن کی شخصیت، کمالات و خصوصیات، عشق و وار فتگی کے ساتھ ساتھ شریعت کی پاسداری کا نمونہ تھی، گویا یہ آپ کی شان تھی کہ:

؎ بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق　　　ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی بیک وقت پورے توازن کے ساتھ شریعت وطریقت دونوں کے جامع قرار پائے، احوال وآثار کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جامی کس قدر اعلیٰ اقدار کے حامل، انسان شناس، مکارم اخلاق اور درخشندہ صفات سے متصف تھے، آپ توحید خالص، حبِ پیغمبر، حبِ صحابہ وآلِ بیت نیز شیوخ وزہادِ وقت سے محبتوں اور نسبتوں کے امین تھے۔ بالخصوص کتاب (قرآن کریم) اور صاحبِ کتاب (حضرت محمد ﷺ) کی بے پایاں محبت وعقیدت اس عظیم سخنور کے نقشِ ثنایاں کی شرح و تفسیر ہیں۔ پیشِ نظر مقالہ میں اسی تناظر میں سوز جامی کا مطالعہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔

۶۔ جامی کا سوز وساز بہ سوئے حجاز:

سفرِ حجاز ہو اور مؤمنِ صادق کے سوز وساز میں تحریک پیدا نہ ہو، ممکن نہیں، یہی سبب ہے کہ درِ دولت پر حاضری کی تمنا لئے کیا گدا و صفا اور کیا غلام وشہا، سب کی کیفیت، وارفتگی اور فنائیت کا عالم حسب ذوق وعلاقہ الگ الگ ہوتا ہے۔ بقول اقبال:

؎ اللہ رے خاکِ پاکِ مدینہ کی آبرو　　　خورشید بھی گیا تو ادھر سر کے بل گیا

مؤمن کی یہ کیفیت کیوں نہ ہو کہ اس مقام عالی کی نسبت خود قرآن کریم نے یہاں کے مخلص زائر کی مغفرت کا مژدۂ جانفزا سنایا ہے۔ شیخ ابوحیان اندلسی (م ۷۴۵ھ) نے اپنی تفسیر البحرالمحیط میں اسی ضمن میں ایک عجیب روایت اس طرح نقل کیا ہے:

وروی عن علی -کرم اللہ وجھہ- انہ قال:قدم علینا اعرابی بعد ما دفنا رسول اللہ ﷺ بثلاثۃ ایام،فرمی بنفسہ علی قبرہ، وحثا من ترابہ علی راسہ،ثم قال:

یَا خیرَ من دُفِنَتْ بالقاعِ أعظُمُہ　　　فطاب من طیبھنّ القاعُ و الأکَم

نَفسی الفداء لِقبرٍ أنت ساکنہ　　　فیہ العفافُ و فیہ الجودُ و الکرمُ

ثم قال: قد قلت: یا رسول اللہ ﷺ، فسمعنا قولک،ووعیت عن اللہ فوعینا عنک، وکان فیما انزل اللہ علیک(ولوا انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک)الآیۃ ، وقد ظلمت نفسی، وجئت استغفراللہ ذنبی،فاستغفر لی من ربی، فنودی من القبر انہ قد غفرلک-(۲۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرکے فارغ ہوئے، تو اس کے تین روز بعد ایک دیہاتی آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا، اور زار زار روتے ہوئے مندرجہ بالا دو نعتیہ شعر پڑھے (جن کا ترجمہ یہ ہے):

اے ان تمام ہستیوں سے برتر ہستی! جن کی ہڈیاں (اجسام مبارکہ) ہموار زمین میں دفن ہو چکی ہیں، اور ان کی خوشبو سے ہموار زمین وپہاڑیاں مہک اُٹھی ہیں، میری جان قربان ہو اس قبر پر جس میں آپ آرام فرما رہے ہیں، اس قبر میں تو پاک دامنی اور جود وکرم سب قیام پذیر ہیں۔

پھر آیت: وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ(۲۱) کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعائے مغفرت کردیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اس لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، کہ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں، اس وقت جو لوگ حاضر تھے، ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس کے اندر سے آواز

آئی قد غفرلک یعنی تیری مغفرت کردی گئی۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی کا سفر حجاز بھی اسی والہانہ سوز وساز سے عبارت ہے، سال ۸۷۷ھ میں حضرت جامی نے مختلف علاقوں کے سفر کئے،ان میں بغداد، نجف اور شام کے علاوہ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ بھی شامل ہیں۔مولانا عبدالغفور لاری نے سفر حجاز کے لیے آپ کے شوق کا ذکر کیا ہے کہ "درآخرین اوقات ایشان راجذبہ ای روی نمودہ است وکیفیت رسیدہ اند" (۲۲) یعنی عمر کے آخری حصہ میں دیدار نبوی ﷺ کا جذبہ اور کیفیت انتہاؤں کو پہنچ گیا تھا۔اس سفر کی تیاری کے دوران خراسان کے بعض دوستوں نے منسوخی سفر کی درخواست کہ اور کہا کہ چونکہ آپ کی موجودگی سے غریبوں اور محتاجوں کی دادرسی ہوتی ہے،شاہی دربار میں لوگوں کی مشکلات آپ کی سفارش سے حل ہوتی ہیں۔یہ عمل آپ کے لیے ثواب کے اعتبار سے پیدل حج سے کم نہیں۔اس پر مولانا جامی نے خوش طبعی سے جواب مرحمت فرمایا، ملاواعظ کاشفی نے ان کا جواب یوں نقل کیا ہے کہ:

قد تعبت الآن من الحج ماشیا، ولم یبق فیه مجال، فارید ان احج مرة راکبا-(۲۳)

ہم پیدل حج کرتے کرتے تھک چکے ہیں۔اب ایک حج مع ایک سواری بھی ہوجائے۔(۲۴)

مدینۃ النبی ﷺ کی جانب سفر شروع ہوا، ایک نعت لکھی، جس کا مطلع یہ تھا:

محمل رحلت ببندای ساربان کز شوقِ یار میکشد ہردم برویم قطرہ ہای خون قطار (۲۵)

اے ساربان! سفر کے محمل کو باندھ دیجئے۔کہ یا (محبوب سے ملاقات کا) شوق ہر لحہ ہمیں کھینچے لیے جاتا ہے۔اس حال میں کہ ہم زار و قطار اشک خون (قطرہائے خون) مسلسل بہائے چلے جاتے ہیں۔

سفر کے دوران جب آپ نے اپنے قافلہ سمیت مدینہ طیبہ کا رخ کیا، تو راستے میں معجزات النبی ﷺ کے عنوان سے ایک قصیدہ شعر کیا، یہ قصیدہ "منزلِ دوست چوں شود نزدیک۔آتشِ شوق تیزتر گردد" کے مصداق وفورِ عشق کو مہمیز دیتا ہے، «قصیدۂ معجزات» کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

بانگ رحیل از قافلہ برخاست، خیز ای ساربان رختم بنہ بر راحلہ، آہنگ رحلت کن روان

نی ہیچ جا منزل مرا، نی دل بہ کس مایل مرا من ناقہ را و دل مرا، سوی حریم جان کشان

یارب! مدینہ است این حرم، کز خاکش آید بوی یاساحت باغ ارم، یا عرصہ روض الجنان؟(۲۶)

۷۔آرزوے یثرب وبطحا:

مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ کی "کیفیتِ انتظار" کو انھوں نے "آرزوے یثرب وبطحا کے عنوان سے معنون کرکے اشتیاق ودیدار مدینہ کی تمنا کو یوں بیان کیا ہے:

کی بود یارب کہ رودر یثرب وبطحا کنم گہ بہ مکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

بر در باب السلام آیم و گریم زار زار گہ بہ باب جبرئیل از شوق واویلا کنم

یارسول اللہ بہ سوی خود مرا راہی نما تا ز فرق سر قدم سازم ز دیدہ پا کنم

آرزوی جنت الماٗوا برون کردم ز دل جنتم این بس کہ بر خاک درت ماٗوا کنم

ہر دم از شوق تو معذورم اگر ہر لحظہ جامی آسا نامہ شوقی دگر انشا کنم (۲۷)

اس نظم کا منظوم ترجمہ طارق سلطان پوری نے کمال خوبصورتی سے کیا ہے، ۱۹۹۹میں جب حج بیت اللہ اور روضہ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے سفر کی کیفیات و مشاہدات کو منظوم کر ڈالا۔ کلام کی چاشنی کے ساتھ ساتھ مولانا جامی کے جذب دروں اور وفور شوق کو بھی ذہن میں رکھئے:

کون سا ہوگا وہ دن یا رب کہ بطحا جاؤنگا جلوہِ زارِ مکہ دیکھوں گا، مدینہ جاؤں گا
خلد نظارہ، جناں بر دوش ہو، باب السلام یا ہو بانِ جبرئیل آنسو بہاتا جاؤں گا
اپنے در پر یا رسول اللہ، بلا لیجے مجھے سر کے بل جاؤنگا، باذوقِ تماشا جاؤں گا
مجھ کو جنت کی نہیں ہے آرزو، در آپ کا ہے مری جنت، نہ میں اس در سے حاشا جاؤں گا
میں ہوں معذور اضطراب و اشتیاقِ دید میں ہر گھڑی لکھتا ہوں، نامہ اور لکھتا جاؤں گا۔(۲۸)

۸۔ تمنائے راہِ مدینہ:

مولانا جامی کی کیفیات عشق و مستی سے خمیر تھیں، محسوس ہوتا ہے کہ آپ کی سب سے بڑی تمنا مدینہ طیبہ کو اپنی اقامت گاہ بنانا تھی، وہ اس تمنا کو اپنے ادراکات واحساسات کا جزو لاینفک بناتے ہوئے اپنی منظوم و منثور آہوں کی نذر کرتے نظر آتے ہیں:

بر کنارِ دجلہ ام افتادہ دور از خان و مان وز دو دیدہ دجلۂ خون در کنارِ من روان
حبذا یثرب کی تا یکدم کنم آنجا وطن عمرہا ترکِ اقامت در وطن کردن توان
مرغ جان راآشیان اصلی ست آن ای خدای رہ نمای این مرغ راروزی سوی آن آشیان (۲۹)

میں دجلہ کے کنارے اپنے اہل وعیال اور مال ومنال سے دور پڑا ہوں، لیکن میری دونوں آنکھوں سے خون کا دجلہ جاری ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ مجھے یثرب کو وطن بنانا نصیب ہو جائے، اس کے لئے ساری عمر بھی اپنے وطن کی اقامت کو ترک کرنا پڑے تو کی جاسکتی ہے۔ اے خدا جان کے پرندے کے لئے اصلی آشیانہ تو یہی سرزمینِ طیبہ ہے، اے اس پرندے کے راہنما! مجھے اسی آشیاں کی طرف راہنمائی فرمادے۔

اسی مرغِ جاں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ایک اور نظم میں اپنی محبت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ:

تن من خاکِ عجم، جان و دلم مرغِ حجاز تنم این جاست ولی جان و دلم آنجا دارم (۳۰)

میرا بدن خاکِ عجم ہے جبکہ میری جان مرغِ حجاز ہے، میرا ان بدن اس جگہ ہے، لیکن میری جان وہاں ہے۔ مولانا جامی اسی مضمون کو ایک اور نعتیہ شعر میں اس طرح پروتے نظر آتے ہیں کہ:

ہر چند کہ در خاکِ خراسان شدہ محبوس جامی کہ بود عاشق شیدای مدینہ (۳۱)

بردرگہ دربار رسول مدنی ﷺ:

مولانا جامی شفیع المذنبین ﷺ کے حضور پہنچ کر اپنے احوال و کیفیات کو یوں نظم بند کرتے ہیں کہ:

یا شفیع المذنبین بارِ گناہ آوردہ ام بر درت ایں بار باپشت دوتاہ آوردہ
چشمِ رحمت برگشا، موی سفید من نگر گرچہ از شرمندگی روی سیاہ آوردہ
آن نمی گویم کہ بودم سالہا در راہ تو ہستم آن گمراہ کہ اکنون رہ بہ راہ
عجزوبی خویشی ودرویشی ودلریشی ودرد این ہمہ بر دعوی عشقت گواہ آوردہ

دولتم این بس کہ بعد از محنت ورنج دراز بر حریم آستانت من نہم روی

کہ اے شفیع المذنبین ﷺ گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے آپ کے در خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ مجھ پر نظر کرم کیجئے، اگرچہ شرمندگی سے سیاہ چہرہ لے کر حاضر ہوا ہوں تاہم میرے سفید بالوں کو دیکھئے۔ یہ تو نہیں کہتا کہ سالوں سے تیری راہوں پر چلا ہوں، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اب یہ راہ گم کردہ تیری راہ پر آگیا ہے۔ عاجزی، انکسار، درویشی، درد اور دلگیری سب تیری محبت کے دعوی پر بطور گواہ لیکر آیا ہوں۔ میری سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ بسیار رنج و محنت کے بعد مجھے آنجناب کے درِ دولت پر جبینِ نیاز رکھنے کا شرف میسر آجائے۔

حضرت مولانا جامی نے روضہ اطہر پر جس وفور شوق سے حاضری دی اور اپنا دردِ عشق بیان کیا، وہ آپ کی صداقت وکرامت کے لئے کافی ہے، دلیل اگر درکار ہو، تو مولانا عبدالرحمٰن جامی (م۸۹۸ھ) کا وہ نعتیہ قصیدہ جو بتیس اشعار پر مشتمل اور ان کی مشہور و معروف مثنوی ''یوسف زلیخا'' کے شروع میں درج ہے، پڑھ لیا جائے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا فرماتے ہیں کہ میں نے بچپن میں اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کے پاس ''یوسف زلیخا'' پڑھتے ہوئے وہ قصیدہ پڑھا تھا، اور والد ماجد مجھے پڑھاتے ہوئے یا کبھی خود اُسے پڑھتے ہوئے آنسو بھی بہاتے تھے، اس قصیدہ سے متعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز نے ''فضائل درود شریف'' میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحب قدس سرہٗ کی زبانی یہ واقعہ نقل کیا ہے جو درج کیا جارہا ہے:

"مولانا جامیؒ یہ نعت کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضۂ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اس نظم کو پڑھیں گے، جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی، حضور اقدس ﷺ نے خواب میں ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو (جامی کو) مدینہ نہ آنے دیں، امیر مکہ نے ممانعت کردی، مگر ان پر جذب وشوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ کی طرف چلے، امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا! حضور ﷺ نے فرمایا: وہ آرہا ہے، اس کو یہاں نہ آنے دو، امیر نے آدمی دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا، ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا، اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آکر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کررہا ہے، اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے لیے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا، اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز واکرام کیا گیا۔ اس قصیدہ کے چند منتخب اشعار یہ ہیں" (۳۳) :

زِ مہجوری برآمد جانِ عالم ترحّم یا نبیَّ اللہ! ترحّم
نہ آخر رحمۃٌ للعالمینی زِ محروماں چرا غافل نشینی
بروں آور سرا از بُردِ یمانی کہ روئے تُست صبحِ زندگانی
گرچہ غرقِ دریائے گناہم فتادہ خشک لب برخاکِ راہم
تو ابرِ رحمتی آن بہ کہ گاہے کنی برحالِ لب خشکاں نگاہے
قضا می افگند از راہ مارا خدارا از خدا در خواہ مارا
کہ بخشد از یقیں اول حیاتے دہد آنگہ بکارِ دیں ثباتے

کند باایں ہمہ گمراہیٔ ما ترا اذنِ شفاعت خواہیٔ ما

"آپ کے فراق سے کائنات عالم کا ذرہ ذرہ جاں بلب ہے، اے رسول خدا! نگاہ کرم فرمائیے! ۔آپ تو رحمة للعالمین ہیں، ہم بے نصیبوں سے آپ کیسے تغافل فرما سکتے ہیں؟ اپنے سر مبارک کو یمنی چادروں کے کفن سے باہر نکالیے، کیونکہ آپ کا چہرۂ انور نئی زندگی عطا کرتا ہے۔ اگرچہ میں گناہوں کے دریا میں غرق ہوں، لیکن خشک ہونٹوں کے ساتھ آپ کی گردِ راہ میں پڑا ہوا ہوں۔ آپ چونکہ ابر رحمت ہیں، اس لیے بہتر ہوگا کہ کبھی تو تشنہ لبوں پر ایک نگاہِ کرم ڈال دیں۔ تقدیر ہمیں صراط مستقیم سے بھٹکا رہی ہے، خدارا! ہمارے لیے خداوند قدوس سے دعا فرمائیے! (دعا یہ فرمائیے) کہ اللہ تعالیٰ اولاً تو ہمیں یقین کامل کی زندگی بخشے، اور پھر دینی کاموں میں ثابت قدمی عطا فرمائے۔ (اور یہ بھی دعا فرمایئے) کہ اللہ تعالیٰ ہماری تمام برائیوں کے باوجود آپ کو ہماری شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائے۔" (۳۴)

۹۔ مولانا جامی کے نزدیک فہم قرآن کا فلسفہ :

مولانا جامی عشق رسول ﷺ میں اس قدر مستغرق اور فنا ہیں کہ انہیں کسی بھی لمحہ پر اس سے ذہول نہیں، یہی سبب ہے کہ وہ فہم قرآن کی حقیقی رمز کو سرکارِ دوعالم ﷺ سے متصف کرتے ہوئے یوں گویا ہیں :

آمد «الحمد» اول قرآن پس «الف لام میم» از پی آن

یعنی الحمد را بخوان اول ساز الف لام از و بہ میم بدل

تا کہ حاصل شود بدین تبدیل نام او در بدایت تنزیل(۳۵)

قرآں کی ابتداء "الحمد" سے ہوئی ہے، جس کے بعد "ال الام میم" ہے، اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کو پڑھ لینے کے بعد الف لام کو میم سے بدل دو، تاکہ اس تبدیلی سے قرآن کے شروع ہی میں نام "محمد" کی سعادت حاصل ہو جائے۔ گویا قرآں کو شروع سے ہی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے جلو میں لے کر چلو تاکہ مقصود حاصل ہو۔

۱۰۔ آنجناب علیہ السلام کا روئے انور :

سراپا حسنِ رسولِ عالم ﷺ کا بیان خود اللہ جل جلالہ نے "والضحی" کہہ کر کیا، احادیث میں اس کی واضح تعبیرات روایات کی صورت میں وارد ہوئی ہیں، امام ترمذی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بیان کی ہے کہ "یتلألأ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر" (۳۶) یعنی آنجناب علیہ السلام کا چہرۂ اقدس چودہیں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ شعراء نے بھی اس کے تذکرہ سے قلب وذہن کو شادکام کیا ہے، حضرت پیر مہر علی شاہ کے معروف مدحیہ کلام میں ہے :

مکھ چند بدر شعشانی اے متھے چمکدی لاٹ نورانی اے

لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں

آپ کا چہرہ ایسے چمک رہا ہے جیسے چودھویں کا چاند، آپ کی جبین اقدس بھی منور ہے، آپ کے سرخ لبوں یمنی لعل کہوں اور آپ دانتوں کی جواہر سے پرویا ہار کہوں۔ مولانا جامی بھی اس مضمون کو لائے ہیں، گویا ہیں کہ :

ای قمر طلعت مکی مطلع مدنی مہد یمانی برقع

شقہ برقع تو برق افروز لمعہ برق رخت برقع سوز

لیلۃ القدر ز مویت تاری وحی منزل ز لبت گفتاری

طرہ ات سود ہمہ سوداہا انتخابی ز حروفش طاہا
قاب قوسین عیان ز ابرویت نقش «حم» خم گیسویت
خاصہ جامی کہ کمین بندہ توست چشم گریان بہ شکر خندہ توست(۳۷)

یعنی اے مکہ سے نکلنے والے چاند یمنی چادر اوڑھے مدینہ میں رہنے والے، تیرے چہرہ اقدس سے پردہ اٹھتے ہی سوزوافروز کا سلسلہ ہے، لیلۃ القدر بھی تیرے موئے مبارک سے تاریکی لئے ہوئے ہے، اترنے والے وحی تیرے ہونٹوں سے کہلوائی جاتی ہے، تیری زلفِ عنبرین کی سیاہی طہ کے حروف سے چکیدہ ہے، قاب قوسین تیری ابروسے ہویدا ہے اور نقشِ "حم" تیرے بالوں کا صورت میں ظاہر ہے۔جامی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ تیرا ادنیٰ غلام ہے، روتی آنکھیں شکرِ خداوندی سے تبسم خیز ہیں۔

"الحمد" میں الف لام کو میم سے بدلنے کی جو بات جامی نے کی ہے، اس سے عیاں ہوتا ہے کا ان کا اپنا عمل بھی اس کے مطابق تھا، چنانچہ وہ آنجناب ﷺ کی حلیۂ اقدس کو قرآن ہی سے ماخوذ پاتے ہیں، فرماتے ہیں:

صبح رویش ز والضحی اوضح منشرح صدرش از الم نشرح
کحل ما زاغ سرمہ بصرش ما طغی وصف پاکی نظرش(۳۸)

یعنی آپ ﷺ کے روئے انور "والضحی" سے کائنات صبح روشن ہے، آپ ﷺ کا سینۂ اقدس "الم نشرح" سے منشرح ہے، "مازاغ" کا سرمہ آپ کی آنکھوں میں اور ان آنکھوں میں پاکی کا جلوہ "ماطغی" کا رہین منت ہے۔

اسی مضمون پر مبنی چند اشعار ایک اور نعت میں مذکور ہوئے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

دو چشمِ نرگسینش را کہ مَازَاغَ الْبَصَرُ خوانند دو زلفِ عنبرینش را کہ وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی
ز سرِّ سینہ اش جامی اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ برخواں زمعراجش چی می پرسی کہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی

ان کی دو نرگسی آنکھیں مَازَاغَ الْبَصَرُ پڑھتی ہیں اور آپ کی دو عنبریں زلفیں وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی کا ورد کرتی ہیں۔ان کے سینے کے رازوں سے اے جامی تو بھی اَلَمْ نَشْرَحْ پڑھ لے۔ان کی معراج کا کیا پوچھنا کہ وہ سبحان الذی اسریٰ کا بیان ہے۔

۱۱۔ عکس جمال محمد ﷺ:

مولانا جامی نے جگہ جگہ سراپائے آنجناب کو وفور شوق ومحبت سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ چاند جمال نبوی ﷺ کا عکس ہے، کائنات کی خوشبوئیں دراصل زلف وخال نبوت کا صدقہ ہیں، ہدایت کی صبح جبینِ نبوت سے تابندہ اور روشن ہے، دنیا کو شریعت محمدی نے اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔شعر ملاحظہ کیجئے:

ماہ بود عکسے از جمالِ محمد مشک شیمے ززلف وخالِ محمد
صبحِ ھدی تافت از جبینِ محمد عرصہَ دنیا گرفت دینِ محمد(۳۹)

جامی اس حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں کہ آنجناب علیہ الصلوۃ والسلام ہی حق تعالیٰ کے وہ ممتاز اور مقرب ہیں جن کے نام کے توسط سے جو کچھ بھی اللہ سے مانگا جائے وہ ملتا ہے، اسی لئے وہ نبی مکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ای نامزد بہ نام تو درنامہ ی قبول یا ایہا النّبی و یا ایّہا الرسول

مولانائے جامی اپنی عجز وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو آنجناب کے غلاموں کے سگ کے طور پر پیش

کرنا اپنی سعادت بیان کرتے ہیں، نیز یہ کہ اگر جامی کو آنجناب علیہ السلام کی راہوں پر سر رکھنے کی سعادت مل جائے تو وہ کسی اور کو زمین پر پاؤں نہ رکھنے دے۔

سگ بندگان تو جامی کہ ہست　　سگان تو را بندہ‌ای کمترین

بہ سر در رہت گر تواند شتافت　　نباید دگر پای او بر زمین(۴۰)

حضرت رسول اکرم ﷺ کا تذکرہ وحسن وجمال کی یہ تاثیر ہے کہ اس کا ذکر جتنا کیا جائے اسی قدر زیادہ کی مہمیز ملتی ہے اور وفورِ شوق وذوق میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے۔اسی لئے یہ تذکرہ مشامِ جاں بن کر اہلِ دل کا وظیفہ خاص قرار پایا ہے، جس سے طبیعتیں قرار پاتی ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو دلنشین پیرائے میں اس طرح نبھایا ہے کہ:

سَأذكرُ حُبِّی لِلحَبِیبِ مُحَمَّدٍ　　اِذَا وَصَفَ العُشاقُ حُبَّ الحَبائِبِ(۴۱)

میں تو بس اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کا ذکرِ خیر ہی بیان کروں گا، بھلے عشاق اپنے اپنے محبوبوں کا ذکر کرتے رہیں، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ موزوں معلوم ہوتا ہے کہ اس مقالہ کا حرفِ آخر جامی کا یہ اشعار قرار دئے جائیں کہ:

اوصاف او بیش خرد، بیرون بود از حد وعد　　حاشا کہ در عمر ابد، آخر شود این داستان

جامی کجا و نعت کجا اما بکلکِ شوق　　بر لوح صدق زد رقمی کیف ما اتفق(۴۲)

آپ ﷺ کے اوصاف وخصائص عقل کی حد اور شمار سے ماوری ہیں، ہو ہی نہیں سکتا کہ پوری عمر میں یہ داستان ختم ہوسکے۔ جامی کہاں اور نعت کہاں؟ یہ تو صرف شوقِ قلم لوح صدق پر چلی، جیسے اور جو کچھ بن پڑا رقم ہوگیا۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) جامی، نورالدین عبدالرحمٰن، کلیات جامی (کانپور: مطبع نول کشور، س ن) ص ۱۱۔

(۲) مولانا جامی اپنے سال ولادت ۸۱۷ھ کے متعلق اپنی ایک معروف نظم بعنوان "رشح بال بہ شرح حال" میں خود لکھتے ہیں کہ:

بہ سال ہشتصد وہفدہ ز ہجرتِ نبوی　　کہ زد ز مکہ بہ یثرب سُرادقاتِ جلال

جامی، عبدالرحمان، دیوان کامل جامی، (تہران: بہ کوشش ہاشم رضی، ۱۳۴۱ھ) ص ۴۳-۵۹۔

(۳) صفا، ۱۳۶۴ش، ص ۳۵۰

(۴) صاحب رشحات عین الحیات نے مولانا جامی کے مرشد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار یعنی حضرت ناصر الدین عبید اللہ المعروف بہ خواجہ احرار کا بھی مفصل تذکرہ کیا ہے۔ مولانا جامی اور اِن کے مابین قلبی و روحانی تعلق قائم تھا اور یہ تعلق مولانا جامی کی نثری اور منظومی تصانیف میں نظر بھی آتا ہے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سے مولانا جامی کی خط کتابت ملاقات سے قبل بہت تھی لیکن ملاقات غالباً ۸۷۲ھ/ ۱۴۶۷ء میں بمقام ہرات میں ہوئی جب حضرت خواجہ عبید اللہ احرار ہرات کے تیموری حکمران ابو سعید مرزا کی درخواست پر چوتھی مرتبہ ہرات آئے تھے۔ تب مولانا جامی کی عمر ۵۵ سال ہو چکی تھی اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار تقریباً ۶۶/۶۷ سال کے تھے۔ اِس ملاقات کے بعد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار ۲۳ سال تک بقیدِ حیات رہے۔ اِن کا سلسلہ نقشبندیہ سے ۱۹ واسطوں سے ہوتا ہوا رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچتا ہے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی ولادت ماہِ رمضان ۸۰۶ھ/ مارچ/اپریل ۱۴۰۴ء میں ہوئی اور آپ کی وفات بروز ہفتہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ/ ۲۰فروری ۱۴۹۰ء کو سمرقند، موجودہ ازبکستان میں ۸۹ سال کی عمر میں ہوئی۔ دیکھئے: رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۶۵۔

(۵) مولانا جامی کے احوال حیات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: لاری، عبدالغفور، تکملہ حواشی بر نفحات الانس (ہرات: از نشرت انجمن جامی، ۱۳۴۳)؛ ملاحسین واعظ کاشفی، رشحات عین الحیات (تہران: انتشارات بنیاد نیکوکاری نوریانی، ۱۹۷۷)؛ عبدالواسع نظامی باخرزی، مقالات جامی (تہران: نشرنی، ۱۹۹۲ء)؛ علی شیر نوائی، خمسۃ المتحیرین (تاشقند: رحیم ھاشم، س ن)۔

(۶) سید ابوالحسن علی ندوی، سیدالعرب والعجم کے حضور میں شعرائے عجم کاخراج عقیدت، مشمولہ کاروان مدینہ، صفحہ نمبر۱۹۱۔ ۱۹۲

(۷) ان کا نام ان کے والد نے محمد رکھا تھا، لیکن فرید الدین عطار کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۶۲۷ھ میں وفات پائی۔

(۸) سیدالعرب والعجم کے حضور میں شعرائے عجم کاخراج عقیدت، کاروان مدینہ، ص ۱۹۲

(۹) سید ابوالحسن علی ندوی، کاروان مدینہ، ص ۱۹۳

(۱۰) ایضا، ص ۱۹۴

(۱۱) جامی، کلیات، ج ۲، ص ۲۲۹۔

(۱۲) جامی، کلیات، ص ۱۰۔

(۱۳) جامی، ہفت اورنگ، تحفۃالاحرار، بخش ۸ - نعت اول منبی از تقدم حقیقت وی بر ہمہ حقایق امکانی بہ حسب مرتبہ و وجود روحانی صلی اللہ علیہ و سلم

(۱۴) (جامی، دیوان، ۱/ ۵۵۳

(۱۵) ایضا، ۴۷۷

(۱۶) جامی، ہفت اورنگ، سلسلۃالذہب، اعتقادنامہ، بخش ۲۱ - اشارت بہ فضیلت امت و شرف آل و اصحاب او صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم

(۱۷) جامی، ہفت اورنگ، سلسلۃالذہب، دفتر اول، بخش ۱۵۸ - در بیان آنکہ مدح اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم

در حقیقت مدح مادح است بہ محبت و مناسبت با ایشان۔

(۱۸) یہ اشعار امام شافعی رحمہ اللہ سے منسوب ہیں۔ملاحظہ کیجئے: مناقب الشافعي للبيهقي ۷۱/۲ و طبقات الشافعية للسبكي ۲۹۹/۱ ومعجم الأدباء لياقوت الحموي ۳۲۰/۱۷۔

(۱۹) ایضا ۲۱۰۔

(۲۰) الاندلسی، ابوحیان، البحر المحیط (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۳ء) ج ۳، ص ۲۹۶۔ مشہور مفسّر و محدّث حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے بھی اپنی تفسیر میں آیت " وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَآؤُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" (النساء: ۶۴) کے تحت عُتبی کا بھی اسی نوع کا قصہ نقل کیا ہے۔

(۲۱) سورۃ النساء، ۴: ۶۴

(۲۲) لاری، عبد الغفور، تکملہ حواشی نفحات الانس، ص ۱۴۔

(۲۳) واعظ كاشفى، فخرالدين على بن حسين، رشحات عين الحيات فى مناقب مشايخ الطريقة النقشبندية وآدابهم النبوية واسرارهم الربانية (بيروت: دارالكتب العلمية، ۲۰۰۸ء)ص ۲۰۰-

(۲۴) واعظ کاشفی، فخر الدین علی بن حسین، رشحات عين الحيات، ج ۱ ص ۲۵۵۔

(۲۵) جامی، نور الدین عبد الرحمٰن، کلیات جامی (کانپور: مطبع نول کشور، س ن) ص ۱۶۔

(۲۶) دیوان کامل جامی، ویراستہ ہاشم رضی، انتشارات پیروز، تہران، ص ۱۳۶۔

(۲۷) دیوان جامی، ۱: ۶۳۰-۶۳۱؛

(۲۸) محمد عبد القیوم طارق سلطان پوری، تجلیاتِ حرمین (راولپنڈی: مکتبہ ضیائیہ، س ن) ص ۱۰۲، ۱۰۱۔ آپ کی یہ کیفیات 'تجلیاتِ حرمین' کے نام سے مکتبہ ضیائیہ، ضیاالعلوم راولپنڈی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس مجموعہ میں طارق سلطان پوری کا وہ کلامِ عقیدت شامل ہے جو حرمینِ طیبین کی مقدس فضا میں کہا گیا۔

(۲۹) جامی، دیوان جامی، ۱۴۰/۱

(۳۰) ایضا، ۶۱۸/۲۔

(۳۱) ایضا، ۳۵/۲۔

(۳۲) جامی، دیوان جامی، ج ۱ ص ۱۴۱۔

(۳۳) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، فضائل درود شریف، ص: ۱۱۳، ۱۱۲

(۳۴) واضح رہے کہ یہ واقعہ باوجود بسیار تلاش کسی مستند حوالہ سے دستیاب نہ ہو سکا، اسی طرح مولانا جامی سے منسوب یہ مشہورِ زمانہ نعتیہ اشعار بھی آپ کی تمام مثنویوں میں اور دیوان وکلیات میں نظر نہیں آ سکی۔

(۳۵) جامی، ہفت اورنگ ، سلسلۃ الذہب ، دفتر اول، بخش ۶ - در نعت سید المرسلین و خاتم النبیین علیہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اکملہا۔

(۳۶) ترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ، الشمائل المحمدیہ (بیروت: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ۱۴۱۲ھ) ج ۱ ص ۳۵–۳۸۔

(۳۷) جامی، ہفت اورنگ، سبحۃ الابرار، بخش ۷- چہرہ شاہد سخن بہ زیور خطاب آراستن و مہر ختم بر سعادت از خاتم نبوت خواستن

(۳۸) جامی، ہفت اورنگ ، سلسلۃ الذہب ، دفتر اول، بخش ۶ - در نعت سید المرسلین و خاتم النبیین علیہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اکملہا۔

(۳۹) جامی، نورالدین عبدالرحمٰن، کلیات جامی (کانپور: مطبع نول کشور، س ن) ص ۱۴۔

(۴۰) دیوان، ص ۴۳۵۔

(۴۱) شاہ ولی اللہ الدھلوی، أطیب النغم في مدح سید العرب والعجم، ص ۱۳۔

(۴۲) جامی، نورالدین عبدالرحمٰن، کلیات جامی (کانپور: مطبع نول کشور، س ن) ص ۱۱۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆